رمضان المبارک ــــ دعا کا مہینہ

افشاں نوید

ترجمان القرآن: جولائی 2014ء

رمضان المبارک کا اہم ترین تحفہ 'دُعا' ہے۔ عرش اُٹھانے والے فرشتوں کو فارغ کر کے روے زمین کی جانب روانہ کر دیا جاتا ہے کہ روزہ داروں کی دعاؤں پر 'آمین' کہیں۔ دعا کے لیے اس سے قیمتی، اس سے زیادہ مبارک اور یاقوت والماس سے گراں و نایاب لمحات اور کون سے ہو سکتے ہیں!

قرآنِ مجید میں بھی رمضان المبارک کے احکام و فضائل بیان کرتے ہوئے درمیان میں دعا کا اچانک ذکر آجاتا ہے: وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ لا فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ o (البقرہ ۲:۱۸۶) ''اور اے نبیؐ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انھیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ شاید کہ وہ راہِ راست پالیں''۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ 'رمضان' اور 'دعا' میں انتہائی گہرا ربط پایا جاتا ہے، اور دعا کی مقبولیت کے قیمتی ترین لمحات اسی ماہ میں رکھے گئے ہیں۔ رمضان عبادت کے لیے موسمِ بہار ہے اور دعا کے بارے میں کہا گیا کہ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ ''دعا عبادت کا مغز ہے'' (ترمذی)۔ اسی بنا پر احادیث میں رمضان المبارک میں کثرت سے دعا مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

بندۂ مومن کی تو شان ہی یہ ہے کہ وہ تنگی و فراخی ہر حال میں دستِ دعا دراز کیے رکھتا ہے، اور اپنے ضُعف کے مقابلے میں مالکِ دو جہاں کی قوت اور اپنے فقر و عجز کے مقابلے میں اپنے رب کے خزانوں اور اس کی عطا پر نظر رکھتا ہے۔ رب کو بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھ اور قلبِ منیب ہی مطلوب ہے۔ اسی لیے دعا نہ مانگنے کو تکبر سے تعبیر کیا گیا ہے: '' تمھارا رب کہتا ہے: مجھے پکارو، میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا، جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے'' (المومن ۴۰:۶۰)۔ یعنی رب کو نہ پکارنا، اس کی جناب میں التجا سے بے نیازی برتنا گویا کبر کی علامتوں میں شامل ہے۔ اسی طرح سنن ترمذی میں رسول اکرمؐ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ''جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر غضب ناک ہو جاتا ہے''۔ سنن ابوداؤد میں

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا کہ ''تمھارا رب حیا کا پیکر اور صاحبِ عزت و تکریم ہے۔ اسے اس بات سے حیا آتی ہے کہ بندے کے اُٹھے ہوئے ہاتھوں کو خالی ہاتھ لوٹا دے''۔ نہ صرف یہ کہ وہ خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے شرماتا ہے بلکہ وہ ہمیں خود بلاتا ہے اور چاہتا ہے کہ ہم اس سے مانگیں اور صرف اسی کے آگے دستِ سوال دراز کریں۔ وہ قرآن میں جگہ جگہ ہمیں پکارتا ہے کہ آؤ اپنے گناہوں کی معافی مانگو، مجھ سے استغفار طلب کرو، اور مخلوق کی شان بھی یہ ہے کہ خالق سے رجوع کرے۔ ہر حاجت اس سے طلب کرے۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے اسی کو پکارے۔ دعا کے ذریعے رب سے جو تعلق پیدا ہوتا ہے، وہی عبادت کی اصل روح ہے جو ہر حاضر و موجود سے بیزار کر کے اسی کے دَر سے وابستہ کر دیتا ہے اور یہی 'حقیقی وصال' ہے۔

قرآن جہاں دعا مانگنے کی بار بار تاکید کرتا ہے وہاں دعا کے کچھ آداب اور شرائط بھی بیان کرتا ہے: وَّادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ط (الاعراف ۷:۲۹) ''اور پکارو اس کو خالص اس کے فرماں بردار ہو کر''۔ اور روزے اور طاق راتوں کی عبادت کے لیے بھی یہی لازم ہے کہ وہ 'ایمان اور احتساب' کے ساتھ ادا کی جائیں۔ لہٰذا رمضان میں جب جب دستِ دعا دراز کریں تو قرآن کی شرط 'دین خالص' کو ضرور یاد رکھیں کہ کیا واقعی ہم نے دین کو رب کے لیے 'خالص' کر دیا ہے، یا دوسرے نظریات یا اپنی نفسانی خواہشات کی بھی کہیں کہیں آمیزش ہے۔ نیز یہ کہ 'دین' کہیں ہماری شخصیت میں محض ضمیمے کے طور پر تو موجود نہیں کہ مروجہ غیر اسلامی رسوم و رواج کے بھی ہم غلام رہیں۔ ہمارے سود و زیاں کے پیمانے بھی وہی ہوں جو دین سے بے نیاز لوگوں کے ہیں۔ ہمارا نفس بھی رعایتوں کا خوگر رہے۔ ہم نے بھی خود کو 'حالتِ اضطرار' میں سمجھتے ہوئے بہت کچھ ناجائز اپنے لیے جائز ٹھیرا لیا ہو اور ہمارے اجتماعی دینی رویوں میں سارا زور عبادات پر ہو اور معاملات ہم غیر اللہ کے حوالے کر دیں اور ان کی رہنمائی میں سرانجام دیں۔ جب ہماری بندگی اور اطاعت اللہ کے لیے خالص ہو گی تب ہی دعاؤں میں بھی اثر پیدا ہو گا۔

قبولیتِ دعا کے لیے اہم ترین شرط 'رزقِ حلال' بھی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، آپؐ نے فرمایا: اپنے مومن بندوں سے اس نے کہا ہے: اے ایمان والو! تم میری دی ہوئی روزی میں سے حلال اور پاک چیزیں کھاؤ۔ پھر آپؐ نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو کسی مقدس مقام پر طویل سفر طے کر کے آتا ہے۔ پریشان حال اور غبار آلود ہے مگر حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا کھانا حرام، لباس حرام اور اس کا جسم حرام غذا سے پلا ہوا۔ پس اس شخص کی دعا کس طرح قبول ہو (ترمذی)۔ ہم میں سے اکثر لوگ اپنی دعاؤں کی عدم قبولیت پر مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگر اس حدیث کو ہم مدنظر رکھیں تو دعاؤں کی عدم قبولیت کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس معاشرے میں

مالی بدعنوانی عام ہو، حلال و حرام کا فرق مٹ جائے، رشوت کا چلن عام ہو، سودی نظام معیشت ہو اور پھر ہم شکوہ کریں کہ اللہ ہماری دعائیں قبول نہیں کرتا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان سب سیاہ کاریوں کے باوجود اب بھی اس نے ہماری دعاؤں کے لیے آسمانوں پر اپنے دروازے بند نہیں کیے ہیں اور وہ ہمارے پلٹنے اور رجوع کا منتظر ہے۔

قرآن دعا کا ایک ادب یہ بیان کرتا ہے کہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا (اعراف ۵۵:۷) ''اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے''۔ گویا صرف الفاظ میں عاجزی اور مسکنت نہ ہو، بلکہ دعا مانگنے والا اللہ کے سامنے اپنی ذلت، درماندگی، ضعف، پستی اور بندگی کا زندہ شعور رکھتا ہو۔ اور 'خوف' اور 'رجا' سب اسی کے ساتھ وابستہ ہو۔ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا (اعراف ۵۶:۷) ''اس کو پکارو خوف اور اُمید کے ساتھ''۔ اور یہ خوف اور اُمید کے درمیان رہنا ہی مومن کو راہِ اعتدال پر قائم رکھتا ہے۔ صرف 'اُمید' انسان کو نڈر اور بے نیاز بنا دیتی ہے اور وہ بے خوفی سے حدودِ الٰہی سے رُوگردانی کر سکتا ہے، جب کہ صرف 'خوف' انسان کو دل شکستہ اور غمگیں بنا دیتا ہے اور انسان میں کم حوصلگی پیدا کرتا ہے، اور زندگی کو یاسیت میں دھکیل سکتا ہے۔ اسی لیے مومنانہ شان یہ ہے کہ خوف اگر ایک طرف بُرائی سے باز رکھتا ہے تو اُمید نیکیوں میں سبقت پر اُبھارتی ہے، اور یہی تقویٰ کی شان ہے۔ روزے کا بنیادی مقصد ہی لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ بتایا گیا ہے۔ سورۂ سجدہ میں ارشاد ہوتا ہے: ''ان کی پیٹھیں بستروں سے الگ رہتی ہیں، اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں'' (السجدہ ۱۶:۳۲)۔ گویا اللہ کے بندوں پر اور اقامتِ دین کی راہ میں رزق خرچ کرنا درحقیقت ان کی دعاؤں کے اخلاص کا مظہر ہے۔ قرآن کی اس آیت کی رُو سے اگر ان کا تقویٰ ان کو بستروں سے دُور کر کے، رب سے راز و نیاز میں مصروف رکھتا ہے تو وہ صرف خدا کو راضی کرنے کی تگ و دو میں اس کی مخلوق سے بے نیاز نہیں ہو جاتے، بلکہ ان کے تقویٰ کی تکمیل خلقِ خدا کی فلاح سے وابستہ ہے، جو ان کی دوڑ دھوپ کے لیے قوتِ محرکہ بنتی ہے۔ لٰہذا اگر ہم اپنی دعاؤں کے اثرات و قبولیت کے متمنی ہیں تو اس کے لیے اپنے مال کو بھی جنت کے حصول کا ذریعہ بنانا ہوگا۔

قرآنِ مجید حضرت زکریاؑ کی دعا کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتا ہے کہ ''جب انھوں نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا'' (مریم ۳:۱۹)۔ لفظ 'چپکے چپکے' سے تصور کیا جا سکتا ہے کہ جس کو ہم پکار رہے ہیں وہ ہمارے بے حد قریب ہے۔ نہ صرف قریب ہے بلکہ ہماری جانب متوجہ بھی ہے اور سمیع بھی ہے۔ وہ ہر وقت سننے پر تیار ہے، دینے پر تیار ہے، ہر لمحے منتظر ہے کہ کب ہم پلٹیں، رجوع کریں اور دستِ سوال دراز کریں۔ وہ اپنے عاصی بندوں کو اپنی رحمتوں کی چادر میں ڈھانپنے کو بے تاب ہے اور ماہِ رمضان ان رحمتوں کی سمت پلٹنے اور

مغفرت طلب کرنے کا بہت قیمتی موقع ہے۔ نصف شب کے بعد بیداری اس سمیع و بصیر سے سرگوشیاں کرنے کا نادر موقع ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے قرب کو محسوس کریں۔ جیسے اپنے دل کی دھڑکنیں سنتے ہیں، جیسے پہلو میں بیٹھے ساتھی سے سرگوشی میں بات کرتے ہیں۔ وہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے اور منتظر ہے کہ ہم کب اس کو پکاریں!

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ''بندے کی دعا اس وقت تک قبول کی جاتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور جب تک وہ جلدی نہ مچائے''۔ قطع رحمی اللہ کو سخت ناپسند ہے۔ لہٰذا اگر ہم قبولیتِ دعا کی خواہش رکھتے ہیں تو رمضان کی ان مبارک ساعتوں میں اس بات کا بھی جائزہ لیں کہ اپنے رحم کے رشتوں کے حقوق کے معاملے میں ہم کتنے حساس ہیں اور دورانِ سال ہم سے ان حقوق کی ادائیگی میں کہاں کہاں کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ نیز رحم کے رشتے جوڑنے میں ہم نے کہاں تک اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔ دجّالی فتنوں کے اس دور میں صرف ہمارے بچے ہی نہیں بلکہ اپنے اور شوہر کے بہن بھائیوں کے بچے بھی ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ ان کی تربیت بھی کسی درجے میں ہماری توجہ کا عنوان ہو۔ ایک موقعے پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں برکت ہو، وہ رحم کے رشتوں کو جوڑے''۔ گویا قطع رحمی کرنے والا خود کو مستجاب الدعوات سمجھنے کا حق دار نہیں ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''تین لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ حرام مال کھانے والا، غیبت کرنے والا اور وہ شخص جس کے دل میں اپنے مسلمان بھائی کے لیے بُغض یا حسد ہو''۔ گویا دستِ دعا دراز کرنے سے قبل اپنے آئینۂ دل کو بُغض اور حسد سے پاک کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جس دل میں اس کی مخلوق کے لیے ناپسندیدہ جذبات ہوں گے، وہ کبھی 'قلبِ سلیم' کے درجے پر فائز نہ ہو سکے گا۔ پس ثابت ہوا کہ 'مناجاتِ مقبول' کے لیے 'قلبِ مطہر' بھی شرطِ لازم ہے۔ پھر صرف دل ہی نہیں زبان بھی ان گناہوں میں آلۂ کار نہ ہو۔ غیبت بھی قبولیتِ دعا کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے اس قول کی روشنی میں بھی ہم اپنی دعاؤں کی حقیقت کا بے لاگ جائزہ لے سکتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:
*تم نے خدا کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہ کیا *خدا کی کتاب پڑھی مگر اس پر عمل نہ کیا *ابلیس کے ساتھ دشمنی کا دعویٰ کیا مگر دوستی قائم رکھی *رسولؐ سے محبت کا دعویٰ کیا مگر سنت کو چھوڑ دیا *جنت کی خواہش کی لیکن عمل نہ کیا *جہنم کا خوف کیا لیکن گناہوں سے باز نہ

آئے *موت کو حق جانا مگر تیاری نہ کی *لوگوں کے عیب گنتے رہے مگر اپنے عیوب پر نظر نہ پڑی *خدا کا دیا ہوا رزق کھاتے رہے مگر شکر گزار نہ بنے *میتوں کو دفن کیا مگر عبرت نہ پکڑی ____ تو پھر تمھاری دعائیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں؟

قرآنِ مجید نے ہمیں بہت سی دعائیں سکھائی ہیں۔ پیغمبروںؑ کی دعاؤں کے بھی تذکرے کیے ہیں۔ خود سورۃ الفاتحہ بہترین دعا ہے۔ نبی کریمؐ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق تھا اس کا اظہار اُن دعاؤں سے ہوتا ہے جو آپؐ نے مختلف مواقع پر مانگیں، مثلاً: ایک دعا کے الفاظ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَاءِکَ وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ بِعِبَادَتِکَ (کنزالعمال، عن ابی بن مالکؓ) اے اللہ! اپنی محبت کو تمام چیزوں سے زیادہ محبوب بنادے اور اپنے ڈر کو تمام چیزوں کے ڈر سے زیادہ کر دے اور مجھے اپنے ساتھ ملاقات کا ایسا شوق دے کہ میری دنیا کی محتاجیاں ختم ہو جائیں، اور جہاں تو نے دنیا والوں کی لذت ان کی دنیا میں رکھی ہے، میری لذت اپنی عبادت میں رکھ دے۔

آپؐ کی ایک بہت پیاری دعا کے الفاظ یہ ہیں:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَکَ ذَکَّارًا لَکَ شَکَّارًا لَکَ رَھَّابًا لَکَ مِطْوَاعًا لَکَ مُطِیْعًا اِلَیْکَ مُخْبِتًا اِلَیْکَ اَوَّاھًا مُّنِیْبًا (ترمذی، عن ابن عباسؓ) میرے رب، مجھے ایسا بنادے کہ میں تجھے بہت یاد کروں، تیرا بہت شکر کروں، تجھ سے بہت ڈرا کروں، تیری بہت فرماں برداری کیا کروں، تیرا بہت مطیع رہوں، تیرے آگے جھکا رہوں، اور آہ، آہ کرتا ہوا تیری ہی طرف لوٹ آیا کروں"۔

نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کو زبان پر لاتے ہوئے یہ بات بھی یاد رہے کہ آپؐ نے یہ دعائیں بدر کی گھاٹیوں، اُحد کے پہاڑوں، طائف کے بازاروں میں پتھروں کی بارش کے دوران، شعب ابی طالب میں معاشی مقاطعے کے دوران، گھوڑے کی پیٹھ پر اور تلواروں کی چھاؤں میں مانگی تھیں۔ ان دعاؤں کی قبولیت ہمارے سامنے ہے۔ ہم یہ دعائیں مانگتے ہوئے حق اور باطل کی کش مکش میں اپنے کردار پر بھی نظر ڈالیں۔

